تقدیم ---- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مفتیٔ اعظم

(شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ)

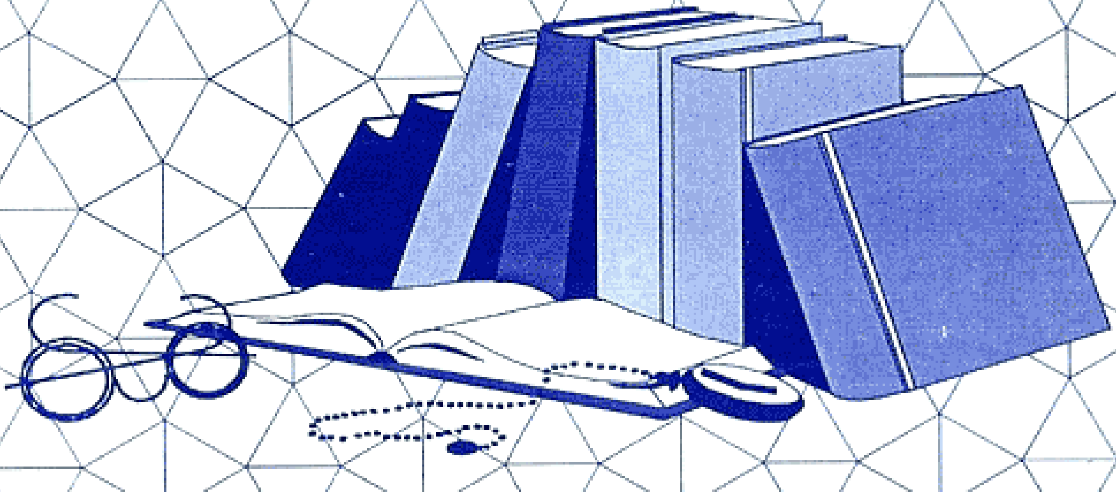

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

ادارۂ مسعودیہ، کراچی

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

تقدیم ---- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مفتیٔ اعظم

(شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ)

از قلم

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶،۵-ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

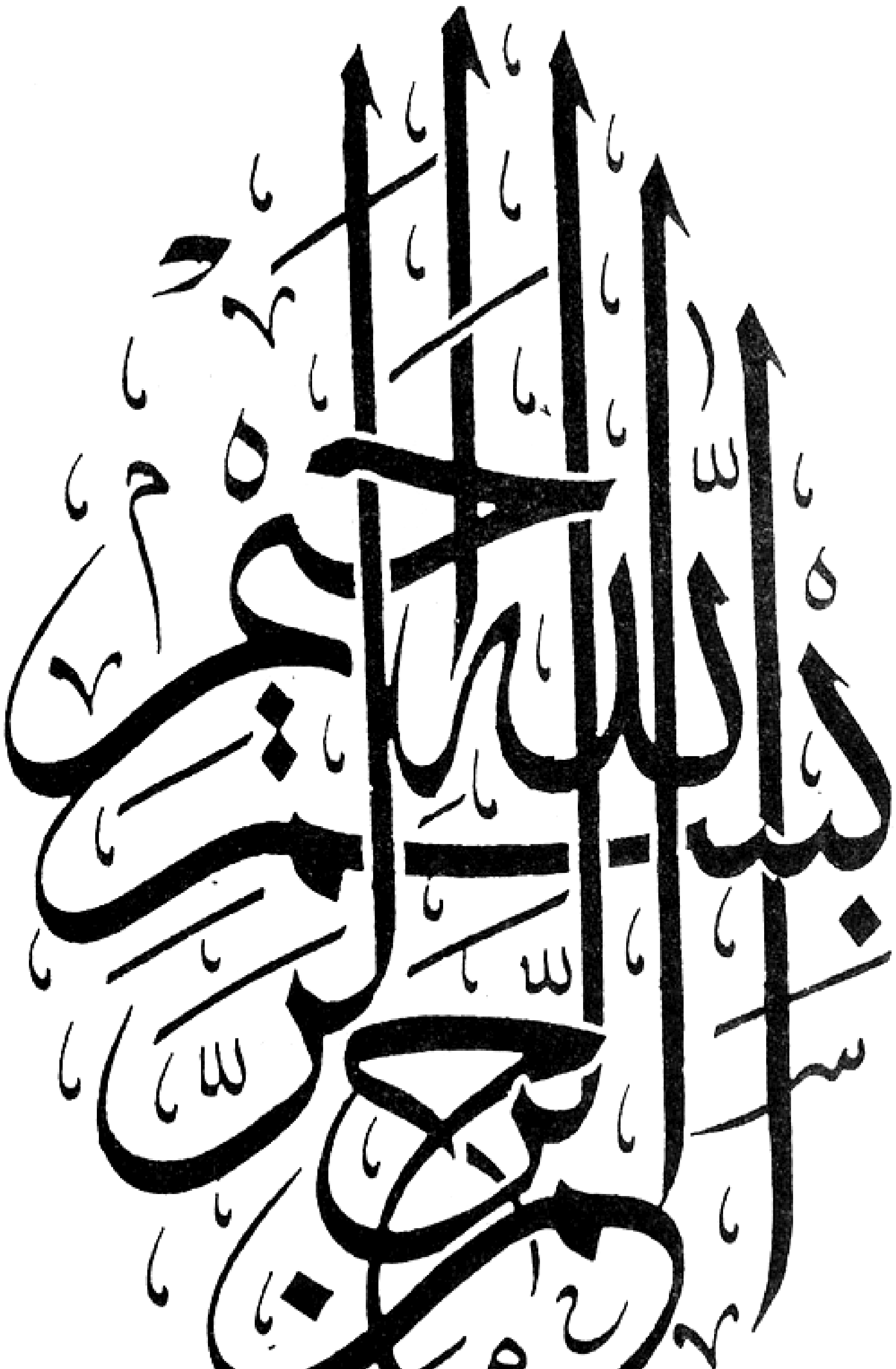
بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

دنیا آدمیوں سے بھری ہوئی ہے مگر انسان عنقا ہوتے جارہے ہیں، آدمیوں کو انسان ہی انسان بناتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سچے انسانوں کے ساتھ رہنے کی ہدایت فرمائی، انہیں سچے انسانوں میں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تھے جن کی مختصر سیرت پاک محبی ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری زید مجدہٗ پیش فرمارہے ہیں، اللہ تعالیٰ جب کسی کو پسند فرماتا ہے تو اپنے محبوبوں کے ذکر وفکر میں لگا دیتا ہے، مولیٰ تعالیٰ فاضل موصوف کی اس خدمت کو مقبول ومشکور فرمائے- آمین۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ چودھویں صدی ہجری کی ایک عظیم شخصیت تھے، علوم منقولہ ومعقولہ سے آراستہ تھے اور علم الفرائض، علم توقیت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ تدبر وتحمل اور تفکر وتعمق آپ کی امتیازی خوبیاں تھیں، آپ کے فتاویٰ مظہریہ اور مکاتیب مظہریہ کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کمالِ علم و فضل کے باوجود غرور علم آپ کو چھو کر بھی نہ گزرا تھا، سراپا عجز وانکسار، جب دیکھا نیچی آنکھوں سے بیٹھا، بولتا اور چلتا دیکھا مگر اس کے باوجود آپ کی ہیبت اتنی تھی کہ بڑے بڑے علماء بھی بولتے گھبراتے تھے۔ آپ اہل سنت وجماعت کے علماء ومشائخ کا مرجع تھے ---- حضور انور ﷺ کے اخلاق عالیہ کا آئینہ تھے ---- آپ کی

پیشانی دنیا کی محبت سے داغدار نہ تھی، آپ کا سینہ بے کینہ تھا---- جب دنیا سے گئے تو نہ مکان چھوڑا، نہ زمین چھوڑی، نہ ساز و سامان چھوڑا، نہ مال و دولت چھوڑا---- نیک اعمال چھوڑے، نیک اولاد چھوڑی اور مفید عام نگارشات چھوڑیں---- سادگی، کفایت شعاری، سخاوت و فیاضی اور عفو و درگزر آپ کی خاص خوبیاں تھیں---- زندگی میں بناوٹ بالکل نہ تھی، نہ تحریر میں بناوٹ، نہ چال میں بناوٹ، نہ لباس میں بناوٹ---- صبر و تحمل کا کوہ گراں تھے، جواں اولاد ایک ایک کر کے جدا ہوگئی، توجہ الی اللہ میں ذرا کمی نہ آئی بلکہ اور زیادہ ہوگئی---- صلہ رحمی میں پیش پیش تھے، گستاخان رسول کے سوا کسی سے قطع رحمی نہ فرمائی ---- طعن و تشنیع، فتنہ و فساد، غیبت و چغل خوری، عیب جوئی و تہمت طرازی جیسے عیوب سے زندگی پاک صاف تھی ---- بدخواہوں اور حاسدوں کو دعائیں دیں اور وقت پڑا تو ان کی مدد کی، یہ وہ سنت ہے جس سے اہل ہمت ہی سرفراز ہوتے ہیں ---- بے انتہا ضعف اور کمزوری کے باوجود اٹھتے بیٹھتے کبھی کسی کا سہارا نہ لیا، ساری زندگی اُسی کے سہارے پر گزاری ---- باتوں میں کبھی وقت ضائع نہ کیا، کام کام مسلسل کام، اور پابندی وقت کے ساتھ---- یہ آپ کی عادت شریفہ تھی ---- سینکڑوں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا، ہزاروں گنہگار تائب ہوئے---- حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ ظاہری اور باطنی صفات جمیلہ کے حسین مرقع تھے، آپ کو دیکھ دیکھ کر ہزاروں بن گئے اور آپ کے حالات سن سن کر ہزاروں بن رہے ہیں۔ مولائے کریم ہم سب کو اپنے محبوبوں کے دامن سے وابستہ رکھے- آمین

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(۲۵/اکتوبر ۲۰۰۱ء/ ۷ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مفتیٔ اعظم

(شاہ محمد مظہر اللّٰہ دہلوی)

رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ

۞۞۞

دلّی ---- بائیس خواجہ کی چوکھٹ اور مدینۃ الاولیاء ہونے کو تو آج بھی ہے۔ یہ بائیس خواجگان کون کون بزرگ تھے ---- دلّی کو مدینۃ الاولیاء کیوں کہتے ہیں! [illegible]لّی قبۃ الاسلام کیوں کہلاتی ہے؟ ---- یہ سوالات تقسیم ہند کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں پریشانی کا باعث بنتے ہیں ---- پچاس سال پہلے تک یہ سوالات اپنا جواب خود تھے ---- بائیس خواجگان کا ڈنکا گلی گلی بجا کرتا تھا ---- گھر گھر میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں ---- گھر گھر نذر و نیاز کا چرچا تھا بزرگان دین کے عرس بارہ مہینہ ہوتے

تھے----عقیدت مندوں کا ایک سمندر ان اعراس میں شریک ہوکر روحانیت کے خزانے سمیٹتا تھا----بزرگوں کے آستانے روحانیت کے مخزن تھے جہاں مال وزر کی تمنا نام کی کوئی بات نہ ہوتی تھی----

ان مراکز رشد و ہدایت میں ایک روحانی مرکز مسجد فتح پوری بھی تھی جس کے روح رواں حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ تھے جو اس وقت مفتی اعظم دہلی کے لقب سے معروف تھے----

آپ دہلی کے ممتاز عالم و فقیہ شاہ محمد مسعود مجددی کے فرزندار جمند حضرت علامہ مفتی محمد سعید احمد کے ہاں ۱۵؍رجب المرجب ۱۳۰۳ھ/ ۲۱؍ اپریل ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے----آپ کے جدامجد حضرت شاہ محمد مسعود مجددی جامع مسجد فتح پوری میں منصب خطابت و امامت پر فائز تھے----ان کے وصال کے بعد ان کے دوسرے صاحبزادے علامہ احمد سعید نقشبندی (م ۱۳۱۱ھ) جانشین ہوئے---- پھر ان کے بعد چوتھے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرشید مجددی (م ۱۳۶۶ھ) جانشین ہوئے، جب حضرت مفتی اعظم دہلی جواں ہوئے تو یہ منصب آپ کو تفویض کر دیا گیا----

حضرت مفتی اعظم دہلی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سید امام علی شاہ قدس سرہ کے فرزند اور جانشین حضرت سید صادق علی شاہ صاحب سے ۱۸۹۸ء میں بیعت ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۴؍سال تھی----
حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ نے اپنے استاد محترم حضرت شاہ محمد مسعود قدس سرہ کے خلیفۂ خاص حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہ کے ذریعے حضرت مفتی اعظم دہلی کو طلب فرمایا اور بیعت طریقت سے سرفراز فرمانے کے بعد ایک

ہی توجہ میں علومِ باطنی سے مالا مال فرما دیا اس طرح حضرت مفتی اعظم دہلی علوم ظاھری کی تکمیل سے پہلے ہی علوم باطنی سے سرفراز ہو گئے۔

چونکہ بیعت کے دوسرے ہی سال آپ کے مرشد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب وصال فرما گئے اس لئے آپ کے جد امجد کے خلیفہ خاص حضرت شاہ رکن الدین نے سلوک کی منازل طے کرائیں اور ۱۷ برس کی عمر میں اجازت و خلافت عطا فرمادی----آپ کو سلسلہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں بھی اجازت وخلافت تھی۔

حضرت مفتی اعظم دہلی، مسجد فتح پوری کے امام وخطیب ہی نہ تھے بلکہ روحانیت کا ایک مینارۂ نور تھے----قال اور حال کی یکسانیت ہی اولیائے کرام کی پہچان رہی ہے----مسجد فتح پوری کے ایک حجرہ میں ایک نیک سیرت انسان علم وحکمت کے خزانے لٹا تا رہا----اس عظیم شخصیت نے دلّی میں مسلمانوں کو اسلام اور تصوف کی سچی تعلیمات سے آشنا کر کے روحانی قدروں کو اجاگر کیا---- بڑے بڑے علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہونا باعث شرف سمجھتے اور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے----

اللہ ورسول (عز وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے احکامات کی پیروی جس مکمل انداز میں آپ کی ذات میں تھی، وہ آج کل عنقا ہوتی جارہی ہے، آپ کا کردار ایک کھلی کتاب تھا، جو بھی آپ سے ایک مرتبہ ملاقات کرتا، آپ اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے----آپ کا زہد وتقویٰ، خشیت الٰہی اور عشق رسول ﷺ اپنی مثال آپ تھے، دہلی کے ایک علمی گھرانے کے دانشور مسلم احمد نظامی فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ اسلامی حسن اخلاق کا بہترین نمونہ تھے، یہ عاجز اپنی کم عمری سے حضرت مفتی اعظم سے قریب رہنے کا شرف رکھتا ہے اور الحمدللہ کہ حضرت کے دست حق پرست پر شرف بیعت بھی حاصل ہے، اس لیئے اس عاجز نے بہت قریب سے حضرت کے شب و روز کے معمولات کا مشاہدہ کیا ہے، اس لیئے میں بلا مبالغہ یہ کہنا حقیقت پر مبنی سمجھتا ہوں کہ حضرت کی حیات طیبہ کا ہر پہلو شریعت و سنت کا چلتا پھرتا نمونا تھا ----عبادت و ریاضت باوجود یہ کہ زندگی کا ایک ذاتی پہلو ہے مگر اس زہد و ورع کا اثر اخلاق پر جس انداز سے حضرت مفتی اعظم کی ذات میں ظاہر تھا اس کا جواب ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے''۔

حضرت اپنے حلقہ مریدین سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ان کے دکھ درد میں برابر شریک رہتے تھے----آپ کی صورت آپ کے تقدس کی آئینہ دار، آپ کی سیرت عشق رسول ﷺ کا کھلا ثبوت تھی----آپ کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے کبھی مرعوب نہ ہوتے، جس کی اہم ترین وجہ آپ کی پاکباز اسلامی زندگی تھی----آپ کی حیات طیبہ اتباع شریعت و سنت میں حضرات صحابہ کرام رضوانُ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی سیرت کا آئینہ تھی جس کا اعتراف آپ کے ہمعصر اکابر علماء و مشائخ نے خود کیا---- چنانچہ مسلم نظامی نے ایک مرتبہ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر جامع مسجد فتح پوری میں بگوش خود سنا ہے کہ:

''دلی کے مسلمانو-!، تم خوش نصیبی میں عالم اسلام میں سب سے آگے ہو کیونکہ تم اپنی آنکھوں سے اس ذات مقدس کو دیکھ رہے ہو جس کی صورت و سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہے''۔

انتہائی نرمیِ گفتار آپ کا شیوہ تھا----ضرورت کے عین مطابق علم و حکمت سے بھرپور گفتگو میں از حد اختصار سے کام لے کر مخاطب کو مطمئن فرما دیتے----کم گفتنی ایسی تھی کہ ناگوار بھی نہ گزرتی تھی----کم گفتنی، کم خوردنی اور کم خفتنی کا جیتا جاگتا مرقعہ آپ کی ذات گرامی تھی، مزاج نہایت نرم تھا، اگر تقاضۂ بشریت کے تحت مزاج میں کبھی برہمی پیدا ہو جاتی تو خاموش رہنا ہی پسند فرماتے، علامہ اقبال کا یہ مصرعہ ؎

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

عین آپ کی ذات گرامی کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ سے کم گو تھے مگر علماء سے گفتگو میں اپنی بے پناہ علمی استعداد سے ایک نہ مٹنے والا اثر قائم فرما دیتے،----قرآن و حدیث اور فقہ میں آپ اپنے دور کے بے مثال عالم تھے، دینی معمولات کے علاوہ مستند دینی کتب کا مطالعہ آپ کا شغلِ خاص تھا ----سر پر عمامہ شریف کی بہار----چہرے پر خوبصورت گھنی داڑھی، چہرہ کی زینت کو مزید بڑھاتی تھی۔ جن لوگوں نے آپ کی زیارت کی انکا کہنا ہے کہ آپ جیسی ریش مبارک اب باید و شاید ہی کہیں دکھائی دیتی ہو ہاں آپ کے نامور فرزند محقق عصر، عالم باعمل ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد جو سرزمین پاکستان سے پوری دنیا میں اپنے زور قلم سے عقیدۂ اہل سنت اور

شعائر اسلام کے تحفظ اور ترویج و اشاعت کی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں ، ظاہر و باطن میں آپ سے بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں----

حضرت مفتی اعظم دہلی امامت کے وقت عمامہ شریف لازمی طور پر باندھتے اور یوں حکم رسالت مآب ﷺ کی پیروی کرتے ----آپ ہاتھ میں عصا بھی رکھا کرتے کہ یہ بھی سنت مبارکہ ہے---- آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے تمام کام خود ہی اپنے ہاتھ سے فرماتے اور یہ سلسلہ آخری ایام تک جاری رہا،----ضعف و کمزوری کے باوجود مطالعہ، فتاویٰ نویسی اور خطوط کے جوابات خود ہی تحریر فرماتے ، کسی سے اپنا کوئی کام نہ لیتے ، جبکہ آپ کے جانثار، اشارہ پر ہر کام کرنے کو تیار رہتے تھے---- سبحان اللہ ----یہ وہ عادت ہے جو کہ اولیائے کرام کی ہمیشہ سنت رہی ہے----

آپ کی تحریر اس قدر صاف ستھری اور دل نشین ہوتی کہ دل چاہتا پڑھتے ہی جائیں، اب ایسی تحریریں نایاب و کمیاب ہیں----علم القرآن، علم الحدیث کے علاوہ فقہ اور علم توقیت میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، آپ نے نماز کے اوقات کا جو نقشہ دائمی مرتب فرمایا تھا وہ آج بھی دہلی کی ہر مسجد میں آویزاں ہے بلکہ پاکستان میں بھی اسلام آباد کے علاقے کی مساجد میں آپ کے نقشۂ اوقات نماز نظر آتے ہیں---- رمضان المبارک کے اوقات بھی آپ ہی ہر سال مرتب فرما کر شائع کرایا کرتے تھے اور برصغیر کے طول و عرض میں بھیجا کرتے تھے---- کیونکہ آپ کا تعلق ایک دینی گھرانے سے تھا، اس لئے آپ کو ورثہ میں ایک لاجواب کتب خانہ بھی ملا تھا جس میں آپ نے بھی کافی اضافہ فرمایا----آپ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف

بزرگ تھے آپ کی تصانیف میں ارکان دین، مظہر الاخلاق، مظہر العقائد، کشف الحجاب عن مسئلۃ البناء والقباب، تحقیق الحق، رسالہ درعلم توقیت، موجودہ مصائب کا واحد علاج، خزینۃ الخیرات، انتقاء الحال فی رویۃ الھلال، فتویٰ رویت ہلال، قصد السبیل اور شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ آپ کے فرزند پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے آپ کے متعلق جو کتابیں تصنیف و تالیف فرمائی ہیں ان میں مکاتیب مظہری، مواعظ مظہری، تذکرہ مظہر مسعود، فتاویٰ مظہری، حیات مظہری اور شجرہ طیبہ قابل ذکر ہیں ----آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمہ قرآن کو اردو میں منتقل کیا تھا، یہ ترجمہ لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔

آپ کے حلقۂ مریدین میں غرباء کی خاصی تعداد تھی جن کی آپ وقتاً فوقتاً خفیہ طریقہ پر مدد فرمایا کرتے تھے----کوئی سائل خالی نہیں جاتا----اس صورتحال کو اگر دستِ غیب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا----

حضرت مفتی اعظم دہلی علیہ الرحمہ شاتم اور گستاخ رسول علیہ التحیۃ والثناء کو کافر سمجھتے تھے----ایک مرتبہ دہلی میں ایک نجی محفل میں حضرت مفتی اعظم دہلی نے ایک متبحر عالم سے (جن کا رویہ گستاخان رسول ﷺ کے بارے میں ذرا نرم تھا) بعض علماء کے گستاخانہ کلمات کے بارے میں استفسار فرمایا، استفسار کا انداز ذرا نرم تھا جس سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے اور ان کلمات شنیعہ کی تاویل کر کے فیصلہ قائلین کے حق میں سنانا چاہتے تھے کہ حضرت مفتی اعظم دہلی کو جلال آ گیا اور ان سے فرمایا ''آپ کیا کہتے ہیں؟'' ----وہ عالم اس قدر گھبرائے کہ ان کی گھبراہٹ دیدنی تھی موقع کی نزاکت کے پیش نظر

انہوں نے فوراً گستاخانِ رسول کے خلاف فیصلہ صادر فرمادیا اور اطمینان کا سانس لیا۔

حضرت مفتی اعظم دہلی کی کوشش سے دہلی میں جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز ہوا چنانچہ دبدبۂ سکندری (رام پور) میں خواجہ محمد حسن زیدی نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

''مرشد طریقت حضرت جناب الحاج مفتی اعظم دہلی مولانا مظہر اللہ صاحب مجددی شاہی امام جامع مسجد دہلوی نے مجلس عید میلاد اس وقت شروع کی جب کہ دہلی میں چاروں طرف توہب اور غیر مقلدیت کے گھٹاٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے اور کوئی صحیح العقیدہ مسلمان بارہ ربیع الاول کو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ ایک دن ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے ---- حضرت ممدوح ہی کی وہ ذات قدسی صفات ہے جس نے جشن عید میلاد النبی ﷺ سے اہل دہلی کو روشناس کرایا۔

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جامع مسجد فتح پوری میں تمام رات شاندار محفل نعت و وعظ منعقد ہوتی، جس میں بڑے بڑے علماء و مشائخ آپ سے کسب فیض کیلئے دور دور سے آتے ---- اس موقع پر حضرت انتہائی مسرت سے دل کھول کر خوب خرچ کرتے اتنا اہتمام کرتے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ----

اس محفل کا مزاج نہایت باوقار و سنجیدہ ہوتا تھا، اس محفل کے بعد دوسری کسی محفل میلاد میں یہ روحانی لطف و سرور میسر نہ آسکا، جامعہ مدینہ لاہور

کے ایک عالم مولانا محمد مبین احمد بھی چالیس سال قبل اس محفل میں شریک ہوئے ---- چالیس سال گزر جانے کے بعد اس محفل کی یاد ان کے دل سے نہ مٹی اور مضطربانہ میرِ محفل حضرت مفتی اعظم دہلی کے مزار قدس پر لاہور سے دہلی حاضر ہوئے ، موصوف حضرت کے فرزند ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''مجھے جو چیز کھینچ کر لے گئی تھی وہ حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کی روحانیت تھی ، چالیس سال پہلے کی بات ہے میلاد النبی کی تقریب میں گیارہویں ، بارہویں ، شب کو میں رات بھر مسجد فتح پوری میں رہا سیرت پاک کے موضوع پر تقاریر ہوتی رہیں لیکن حضرت مولانا مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ ، عشاء سے صبح صادق تک مجلس میں شریک رہے اور خاموشی سے درود پاک پڑھتے رہے، ان کی صورت ، انکی سیرت یاد آتی ہے ---- وہ ایک شریف ، نفیس اور پاکیزہ مزاج مسلمان تھے''

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اس محفل پاک میں شرکت کے لئے ہر سال بالالتزام تشریف لاتے تھے ، ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''ربیع الاول کی بارہویں شب کئی سال سے دہلی کے حصے میں آ گئی ہے اور وہاں حضرت مولانا مولوی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتح پوری اور صوفی عبدالصمد صاحب دو نہایت مقدس

ہستیاں ہیں اور حضرت صدر الا فاضل مدظلہ کو ان حضرات کے
ساتھ بہت محبت و مؤدت ہے اس لئے باوجود نہایت کشمکش کے
یہ وقت دہلی کے لئے مخصوص کر دیا جاتا ہے''

محفل عید میلاد النبی ﷺ کے علاوہ دہلی میں حضرت مفتی اعظم دہلی اور حضرت صدر الا فاضل کی تائید و حمایت اور حضرت مولانا ناصر جلالی کی تحریک پر جلوس بڑے اہتمام سے نکلتا تھا ----

برصغیر بالخصوص دہلی کے مسلمان دینی معاملات میں خاص طور پر آپ کی ہدایت کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ حکومت وقت بھی آپ کے دینی فیصلوں پر سر تسلیم خم کرتی تھی اور اپنی عدالتوں میں نافذ کرتی تھی ---- ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے واقعہ نے مسلمانوں کو متزلزل کر دیا ---- صدیوں کے دہلی میں رہنے والے ہجرت پر مجبور ہو گئے، مالی نقصانات کی پرواہ کیئے بغیر لاکھوں کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر ہجرت کر گئے مگر اللہ اکبر! حضرت کی استقامت میں کوئی فرق نہ آیا اور آپ اپنی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے۔

حضرت کے مزاج میں کمال استغنا تھی جس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ آپ جملہ امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمائے ہوئے تھے اور اس کی ذات اقدس اور قدرت کاملہ پر کامل بھروسہ تھا ---- بیشک جو اللہ کا صدق دل سے ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے ---- آپ کی تمام زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے ----

آپ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا چلتا پھرتا، جیتا جاگتا نمونہ تھے، آپ کی حیات مبارکہ پر عشق الٰہی عزوجل اور عشق مصطفےٰ ﷺ غالب تھے،

جلوتوں، خلوتوں، محراب ومنبر میں، ابتلاؤ مصیبت میں الغرض ہر جگہ اسی عشق کی جلوہ گری تھی----۱۴رسال کی عمر شریف سے ۸۵رسال کی عمر شریف تک کبھی ''نماز تہجد'' قضا نہ فرمائی۔ ستر سال تک پابندی سے نماز تہجد ادا کرنا معمولی بات نہیں، یہ کمال اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کو عطائے خاص سے نوازا جاتا ہے----

جب کوئی مقامِ فنافی الرسول سے مقامِ فنافی اللہ تک پہنچتا ہے تو اس کا عالم دیدنی ہوتا ہے----۱۹۴۵ء میں حج بیت شریف کے لئے حاضر ہوئے تو دیارِ محبوب میں ماسوا اللہ کے تمام نقوش دل سے ایسے محو ہوئے کہ نام ونشان تک باقی نہ رہا حتیٰ کہ اولاد کے نام بھی صفحۂ دل سے مٹ گئے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

آپ کے مکتوبات شریف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ عشقِ خداوندی کی اعلیٰ منزل پر پہنچ چکے تھے۔ مکتوبات ونگارشات!----اللہ اللہ! ----ایک ایک سطر عشق میں ڈوبی ہوئی----ایک ایک جملہ امین عشق و محبت، گویا قلم سے شراب عشق کے چشمے ابل رہے ہیں۔

آپ سراپا روحانیت تھے آپ کے تصور سے سوتے ہوئے دل جاگ جایا کرتے---- چنانچہ مشرقی پنجاب (بھارت) کے ایک نومسلم فاضل ومحقق پروفیسر سردار جوگندر سنگھ (مرحوم) سیدی استاذی مخدوم ومحترم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اور آپ (شاہ مظہر اللہ) کا چہرۂ مبارک تصور میں

لانے سے فوراً دل یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے''

سبحان اللہ جب تصور کا یہ عالم ہے تو پھر صحبت کا کیا عالم ہوگا----!

حضرت مفتی اعظم دہلی کا سارا وقت خدا اور بندگانِ خدا کے لئے وقف ہوتا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو اپنے نفس کے لئے صرف کیا جاتا ہو----

آپ اور آپ کے اجدادِ کرام نے ہر نازک وقت میں مسلک اہل سنت اور ملک و ملت کی خدمت کی، چنانچہ آپکے والد ماجد حضرت مفتی محمد سعید صاحب کے عم محترم حضرت مولانا قاری محمد مصطفیٰ شاہ علیہ الرحمہ (جو انقلاب ۱۸۵۷ء کے وقت مسجد فتح پوری، دہلی میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے) نے دہلی پر انگریزوں کے حملے کے وقت فتویٰ جہاد پر دستخط ثبت فرمائے، یہ فتویٰ بہادر شاہ ظفر کے حکم سے دہلی کے تمام مطبعوں میں چھپا اس کی اشاعت نے مجاہدین آزادی میں آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی ----حضرت مفتی اعظم دہلی بھی تحریک آزادی میں سرگرم رہے البتہ سیاسی معاملات میں ہمیشہ شریعت کو پیش نظر رکھا ----تحریک خلافت کے آغاز (۱۹۱۹ء) میں کچھ عرصہ شریک رہے لیکن جب تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کا آغاز ہوا تو اس سے علیحدہ ہو گئے اور ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا، اس فتوے کی بنیاد سیاسی نہ تھی بلکہ خالصتاً شرعی تھی۔

آپ نے ہمیشہ سیاسی معاملات کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھا اور اس دینی اور سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا جو ان کے معاصرین علماء میں ماسوائے چند ایک کے کسی کو حاصل نہ تھی ----اس وقت کے اکابر علماء و مشائخ اہل سنت سے آپ کے قریبی و مخلصانہ تعلقات تھے ----اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث

بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور مبلغ اسلام علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی) سے نہایت قربت تھی یہ حضرات آپ کی محافل میں برابر خطاب کرنے تشریف لایا کرتے تھے ---- ان کے علاوہ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی سے بھی آپ کے تعلقات تھے یہ حضرات اور قائد اعظم محمد علی جناح اور شہید ملت لیاقت علی خاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ---- آپ نے ان قائدین کو بھی قرآن وسنت کی پابندی کی تلقین فرمائی ----

مفتی اعظم دہلی کی خدمت میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر خطوں سے بھی استفتاء آتے اور آپ ان کا جواب اپنی دلربا عبارت میں اپنے قلم سے تحریر فرماتے، عام طور پر ضروری عبارات پر مستند حوالہ جات بھی تحریر ... یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہمعصر علماء نے فقہی مسائل میں آپ سے اختلاف نہ کیا بلکہ آپ کے تحریر کردہ جواب کو حرف آخر ہی جانا ---- آپ نے فتاویٰ نویسی میں وہ مہارت حاصل کی کہ معاصرین میں منفرد نظر آنے لگے ----

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ مظہری'' کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل شائع ہو چکا ہے جسے آپ کے فرزند، محقق عصر سیدی استاذی مخدوم و محترم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قبلہ زید عنایتہٗ نے بڑی کاوش سے مرتب فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر مسعود میں برکت عطا فرمائے - آمین

حضرت مفتی اعظم دہلی وصال سے کئی برس قبل مخلوق سے بے نیاز و بے تعلق ہو کر واصل باللہ اور باقی باللہ کے منصب پر فائز ہو چکے تھے ---- اب صرف عالم فانی کے سفر کا انتظار تھا، سو وہ گھڑی بھی جلد ہی آ پہنچی

۱۴ رشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ / ۲۸ رنومبر ۱۹۶۶ء کی شام جب سورج غروب ہورہا تھا، علم وعرفان کا یہ آفتاب درخشاں بھی غروب ہوگیا ---- جامع مسجد شاہجہانی (دہلی) میں نماز جنازہ کے بعد جامع مسجد فتح پوری دہلی میں آپ کو مستقل آغوش رحمت سے ہم آغوش کردیا گیا ----

اس وقت آپ کے صاحبزادہ ممتاز مصنف ومحقق ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ (سابق ایڈیشنل سیکریٹری، وزارت تعلیم حکومت سندھ) اور ہندوستان میں آپ کے پوتے علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد مسند رشد وہدایت پر متمکن ہیں ---- اللہ تعالیٰ اس آستانہ کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے - آمین!

اقبال احمد اختر القادری

L-317/5-B-2 مصطفیٰ کالونی

گلشن احمد رضا، نارتھ کراچی

کراچی

(حروف سازی المختار پبلی کیشنز کراچی، فون: 7725150، فیکس: 7732369)

ارشاداتِ مُفتیٔ اعظم علیہ الرّحمہ

۱۔ رذیلوں کو علم سکھانا جواہر کو کوڑے پر ڈالنا ہے۔

۲۔ .دولت جتنی صرف کی جائے گی گھٹے گی. علم جتنا صرف کیا جائے گا بڑھے گا۔

۳۔ تین چیزیں بغیر تین چیزوں کے نہیں بڑھتیں۔۔۔۔ (۱) علم بے بحث. (۲) مال بے تجارت اور (۳) ملک بے سیاست۔

۴۔ تعلیم کا زمانہ لڑکپن ہے۔

۵۔ کم کھانا. کم سونا اور کم بولنا دل میں نور حکمت پیدا کرتا ہے۔

۶۔ برا انسان. نیک لوگوں کی تعریف سے اچھا نہیں ہوتا اور نیک انسان برے لوگوں کی مذمت سے برا نہیں ہوتا۔

۷۔ دل خدا کا گھر ہے. کسی کا دل دکھانا بڑا گناہ ہے۔

۸۔ دانا کو چاہیئے کہ خود کو ناداں سمجھے۔

۹۔ بلا میں صبر اور فراغت میں شکر کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ اپنے کام خدا کو سونپنا بہتر ہے۔

۱۱۔ دوسرے کے عیوب پر نظر نہ ڈالو بلکہ اپنے عیوب پر نگاہ رکھو۔

۱۲۔ دوستوں کے ساتھ تو مہربانی کرنی چاھیئے ہی. دشمنوں کے ساتھ بھی رعایت و مدارات سے پیش آو۔

۱۳۔ کسی کی عزت کے درپے نہ ہو. جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

۱۴۔ کسی کے واسطے برائی چاہنا گویا اپنے لئے برائی چاہنا ہے۔

۱۵۔ اگر تم سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے تو اس کے بدلہ لینے سے بے خوف نہ رہو اگرچہ وہ تکلیف معمولی سی کیوں نہ ہو۔

۱۶۔ حقوق اللہ کو نگاہ میں رکھو. خدا تمہارے حقوق پر نظر رکھے گا۔

۱۷۔ درویشی یہ ہے کہ کسی سے طمع نہ کرے ۔ کوئی دے تو انکار نہ کرے اور لے تو جمع نہ کرے۔

۱۸۔ ہر بات جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو لغو ہے ۔ ہر خموشی جو فکر سے خالی ہو سہو ہے اور ہر نظر جو عبرت سے خالی ہو لہو ہے۔

۱۹۔ وہ شخص بدبخت ہے جو علم نہ پڑھے یا علم پڑھے تو عمل نہ کرے یا عمل کرے تو ریا سے کرے اور نیکوں کی صحبت میں رہے تو نصیحت قبول نہ کرے۔

۲۰۔ رنج و غم کو ہیچ سمجھو کہ ان کو ثبات نہیں۔

۲۱۔ اچھا وہ ہے جو عبادت الٰہی اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے میں آگے آگے رہے اور کسی سے بدسلوکی نہ کرے۔

۲۲۔ عقلمند وہ ہے جو خدا سے غافل نہ ہو ۔ موت کو نزدیک جانے ۔ اس نیکی کو جو کسی کے ساتھ کی ہو اور اس برائی کو جو کسی نے اس کے ساتھ کی ہو ۔ بھول جائے۔

۲۳۔ مرد وہ ہے جو بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرے ۔ جو علیحدہ ہو اس سے ملے اور جو ناامید ہو اس پر احسان کرے۔

۲۴۔ انسان کا دل توحید کے واسطے زبان شہادت کے لئے اور باقی اعضاء عبادت کے لئے ہیں۔

۲۵۔ خدا فاسق کو دشمن رکھتا ہے لیکن بڈھے فاسق کا بہت دشمن ہے----- بخیل کو دشمن رکھتا ہے مگر مال دار بخیل کا زیادہ دشمن ہے----- متکبر کو دشمن رکھتا ہے مگر درویش متکبر کا زیادہ دشمن ہے----- نیکوں سے محبت رکھتا ہے لیکن جو ان نیکوں سے زیادہ محبت کرتا ہے----- جواں مرد کو دوست رکھتا ہے لیکن جواں مرد فقیر زیادہ محبوب ہے----- تواضع کرنے والوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان تواضع کرنے والوں سے کمال انسیت ہے جو بڑے مرتبے والے ہیں۔

۲۶۔ کسی کی محبت و عداوت دیکھنی ہو تو اپنے قلب کو دیکھو۔

۲۷۔ جو دوست کہ دشمن سے مل جائے اس پر راز ظاہر نہ کرو۔

۲۸۔ دشمن سے بظاہر اچھی طرح ملو۔

۲۹۔ دشمن سے ایسا معاملہ نہ کرو کہ اگر وہ دوست ہو جائے تو شرمندگی اٹھانی پڑے۔

۳۰۔ غرض مند دوست سے بچتے رہو۔

۳۱۔ دوست----- جفا سے دشمن ہو جاتا ہے اور دشمن----- احسان سے دوست----- پس اگر دشمن کے ساتھ احسان نہ کر سکو تو دوست کے ساتھ تو جفا نہ کرو۔

۳۲۔ دوست کو دوستی سے پہلے آزما لو۔

۳۳۔ وہ شخص برا ہے جس کو لوگ دشمن رکھیں۔

۳۴۔ وہ شخص بڑا بے وقوف ہے جو لائق دوست کو کھو دے۔

۳۵۔ سچا دوست وہ ہے جو دوسروں پر تمہارا عیب ظاہر نہ کرے بلکہ ہنر ظاہر کرے----- اپنا احسان یاد نہ رکھے اور تمہارا احسان نہ بھولے----- تمہاری خطا نہ پکڑے بلکہ عذر قبول کرے۔

۳۶۔ انسان کی شجاعت کا اندازہ لڑائی میں ہوتا ہے----- بیوی بچوں کی وفا شعاری کا اندازہ تنگ دستی میں ہوتا ہے----- اور----- دوست کی دوستی کا اندازہ مفلسی میں۔

۳۷۔ دشمن کا جب کوئی حیلہ نہیں چلتا تو دوستی کے پیرایہ میں ڈنک مارتا ہے۔

۳۸۔ جن دوستوں کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے وہ بمنزلہ غذا کے ہیں اور جن کی کبھی کبھی احتیاج ہوتی ہے وہ بمنزلہ دوا کے ہیں۔

۳۹۔ تواضع سے دوستی بڑھتی ہے----- صبر سے مراد حاصل ہوتی ہے اور عدل سے شاہی نصیب ہوتی ہے۔

۴۰۔ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاموشی سے سلامتی میں اور سخاوت سے بزرگی میں۔

۴۱۔ دین کی عافیت پرہیزگاری میں ہے۔ مال کی عافیت ادائے حقوق میں اور

جسم کی عافیت اعتدال کے ساتھ غذا استعمال کرنے اور جماع کرنے میں ہے۔

۴۲۔ بزرگی کی چار علامتیں ہیں----- (۱) علم کو دوست رکھنا۔ (۲) بدی کو نیکی سے دفع کرنا۔ (۳) غصہ پی جانا اور (۴) جواب باصواب دینا۔

۴۳۔ نادان کی چار علامتیں ہیں----- (۱) اپنے سے زیادہ عقل مند سے لڑنا۔ (۲) بغیر آزمائے ہوئے کسی پر اعتبار کرنا۔ (۳) عورتوں کے مکر سے بے خوف ہونا اور لڑکوں کی صحبت میں رہنا۔

۴۴۔ قابل کی تربیت کیجئے اور نالائق کی تربیت سے احتراز کیجئے۔

۴۵۔ خدا کی محبت جب پیدا ہوگی جب دنیا کی محبت دل سے نکلے گی۔

۴۶۔ عجیب بات ہے کہ دین کو دنیا سے اچھا سمجھیں اور پھر دین کے عوض دنیا خریدیں۔

۴۷۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالی بندے کے رزق کا ضامن ہے۔

۴۸۔ مردوں کا حسن----- اخلاق ہے۔ اور زیور----- علم۔

۴۹۔ (۱) لئیم وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو دے۔ (۲) بخیل وہ ہے جو خود کھائے دوسروں کو نہ دے----- (۳) سخی وہ ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی دے----- اور----- (۴) کریم وہ ہے جو خود نہ کھائے دوسروں کو دے۔

۵۰۔ ترقی مشکل سے ہوتی ہے اور تنزل آسانی سے۔

۵۱۔ اسراف وہ ہے جو خدا کی نافرمانی میں صرف کیا جائے۔

۵۲۔ چار باتیں زیادہ کرنا ہلاکت کا باعث ہیں----- (۱) جماع۔ (۲) شراب۔ (۳) جوا اور (۴) شکار۔

۵۳۔ عیب کو ڈھونڈھنا عیب داروں کا شیوہ ہے۔

۵۴۔ حاسد اور بدخو ہمیشہ رنجور رہتا ہے۔

۵۵۔ اگر ہزار دوست ہوئے تو کم جانو اور اگر ایک دشمن ہو تو بہت سمجھو۔

۵۶۔ دوست وہ ہیں جو ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

۵۷۔ عاقل وہ ہے جو مصیبت آنے سے پہلے اس کی فکر کر لے----- نیم عاقل وہ ہے جو مصیبتوں سے گھبرانہ جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر کرے۔ اور ناداں وہ ہے جو بلاؤں سے گھبرا جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر نہ کر سکے۔

۵۸۔ ناکامی پر افسوس کرنا نادانوں کا کام ہے۔

۵۹۔ یہ تین باتیں بہت عمدہ ہیں----- (۱) دشمن کو دوست بنانا۔ (۲) ناداں کو دانا بنانا۔ (۳) بدوں کو نصیحت سے نیک بنانا----- مگر یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک خدا کی مشیت نہ ہو۔

۶۰۔ ہمیشہ اپنے دوست کے سامنے اظہار دوستی کرتے ہوئے جھکے رہنے میں نجات ہے۔

۶۱۔ اچھے کام بہت جلد کر لو۔

۶۲۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

۶۳۔ خدا سے دارین کی عافیت کے طلبگار رہو۔

۶۴۔ اپنی عمر تحصیل علم میں صرف کر دو کہ علم فقیر کو امیر کر دیتا ہے اور صراط مستقیم بھی اسی سے دکھائی دیتی ہے۔

۶۵۔ زندگی خوشی اور کم آزاری کے ساتھ بسر کرو۔

۶۶۔ جو آخرت میں کام نہ آئے وہ دنیا ہے۔

۶۷۔ والدین کی خوشنودی میں رضائے الٰہی مضمر ہے۔

۶۸۔ سب سے اچھی نیکی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے۔

۶۹۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بری بدی ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو بددعا دو اور زیر دستوں اور مجبوروں پر ظلم کرو۔

۷۰۔ سب سے اچھا کام نیکوں کی صحبت میں بیٹھ کر کچھ حاصل کرنا ہے۔

۷۱۔ اپنے کو سب سے بدتر سمجھو۔ کم آزاری حاصل ہو جائے گی۔

۷۲۔ نفس کو اس کی مخالفت کر کے مغلوب کرو۔

۷۳۔ معاملے سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کی ایمان افروز، علمی و تحقیقی اور انقلابی نگارشات

- اللہ کے نام سے
- عید، وعید
- پردہ اٹھتا ہے
- آؤ عید منائیں
- بے وفا محبوب
- پیغام عشق
- آمن میاں
- اُستاذ کے حقوق
- تجلیات نوری
- فلسفۂ عید
- تعمیر شخصیت
- ابلیسی مذہب
- احمد رضا حنفی
- نادرِ زمن ہستی
- خلیل العلماء
- معمارِ پاکستان
- غور سے سن تو سہی
- عشق زندہ باد
- دل کی آواز
- دروازہ کھلا ہے
- چراغ تلے اندھیرا
- The Islam
- شرم تم کو مگر نہیں آتی
- ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
- پیرانِ پیر غوث الاعظم دستگیر
- امام احمد رضا، ایک تعارف
- تصنیفات و تالیفات امام احمد رضا
- منہ سے بولیں شجر، دیں گواہی حجر
- زبان گالھائی تی (سندھی)
- سونا جنگل رات اندھیری
- امام احمد رضا وادی مہران
- امام احمد رضا اور عالمی جامعات
- بات میری نہیں، بات ہے زمانے کی
- روشن تارا (تعارف، مفتی اختر رضا)
- انکی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
- رحمت عالم اور دیدار الٰہی
- رحمت عالم اور بیداری میں معراج
- بول کے لب آزاد ہیں تیرے
- امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین
- میں نہیں کہتا، لوگ کہتے ہیں
- WORDS NOT MINE WORDS OF THE TIME
- اسلوب تحقیق
- محاوروں کا استعمال
- اسلام

ادارۂ مسعودیہ کراچی
Idara-e-Mas'udia, Karachi

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ